

پاکستان میں نظامِ تعلیم کی اسلامی تشکیل کی حکمتِ عملی

ڈاکٹر سعید اللہ قاضی

(ڈاکٹر سعید اللہ قاضی ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ اسلامیات جامعہ پشاور نے
یہ مقالہ انسٹیٹیوٹ آف پالیسی سٹڈیز اسلام آباد کے ایک سیمینار کے لیے تحریر کیا)
پاکستان میں نظامِ تعلیم کی اسلامی تشکیل کے سلسلے میں کچھ تجاویز پیش کرنے سے پہلے ان نقائص کی نشاندہی
ضروری ہے جو ہمارے موجودہ نظام ہائے تعلیم میں موجود ہیں۔

موجودہ دو نظام ہائے تعلیم | وطن عزیز میں اس وقت دو قسم کے نظام ہائے تعلیم پائے جاتے ہیں۔ ایک
وہ جس پر ہمارے دینی مدارس عمل پیرا ہیں، اور جس سے صرف مذہبی ضروریات پوری ہوتی ہیں۔
دوسرا وہ جو ہمارے کالجوں اور یونیورسٹیوں میں رائج ہے اور جو مذہب کے سوا ہماری پوری
قوم کی زندگی پر حاوی ہے۔ ان دونوں نظاموں کے درمیان جو خلیج حائل ہے اُسے صرف اس طرح
دُور کیا جاسکتا ہے کہ دونوں نظاموں میں جو نقائص موجود ہیں، اُن کو دُور کر کے اُن کی جگہ ایک ایسا
نظام تیار کیا جائے جو ملکی ضروریات کو مکمل طور پر اکر سکے۔ اور جس کو رائج کر کے تعلیم کے بارے
میں دوئیت کا عمل ختم کیا جائے جو صدیوں سے ہمارے دماغ میں جاری ہے۔

جہاں تک موجودہ مذہبی نظامِ تعلیم کا تعلق ہے، اس کی افادیت ختم نظر آتی ہے۔ اس لیے کہ
اس نظام کے تحت جو طلباء مدارس سے فارغ التحصیل ہوتے ہیں وہ صرف مسجدوں کے امام
بن جاتے ہیں یا پرائمری سکولوں میں تدریسی فرائض انجام دیتے ہیں۔ حمزید برآں اُن کا اکثر وقت
فروعی اختلافات اور جھگڑوں میں صرف ہوتا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ان کی وجہ سے عوام کو بعض دینی مسائل معلوم ہو جاتے ہیں اور ان کے کچھ مذہبی رسومات کی انجام دہی ہوتی ہے۔ لیکن ان فائدوں کے مقابلے میں جو مذہبی تفرقہ ان کی وجہ سے معاشرہ میں پیدا ہوتا ہے وہ ان فائدوں کی بہت زیادہ قیمت ہے۔

اس کے مقابلے میں جو انگریزی نظام تعلیم ہمارے ہاں رائج ہے وہ وہی ہے جو انگریزوں نے اپنے مقاصد کے حصول کے لیے وضع کیا تھا۔ وہ اس نظام کے تحت ایسے لوگ پیدا کرنا چاہتے تھے، جو ان کے آلہ کار ہوں اور صرف ان کی حکمت عملی کے تحت کام کرتے ہوں۔ ان میں نہ قومیت کا جذبہ ہو اور نہ دین کے ساتھ ان کا لگاؤ ہو، بلکہ اپنے آپ کو پاکستانی یا مسلمان کہلانے میں شرم محسوس کرتے ہوں۔ اس قسم کے نظام تعلیم کے تحت جو لوگ بھی تیار ہوتے گئے وہ دین سے دور ہونے کے ساتھ ساتھ خدا پرستی کے نقطہ نظر سے بھی تہی دامن ہوتے گئے۔ وہ جو مضمون بھی پڑھتے صرف مادی مفاد کی خاطر پڑھتے۔ خالق کائنات کا تصور ان مضامین سے کھیتا منفی کر دیا گیا تھا۔

بھلا دہرے کی تیز آن میں نہیں رہی۔ مغرب کی ہر چیز ان کو معیاری نظر آتی۔ مغربی جمہوریت نے ان کو مسحور کر دیا۔ اور اس کے ساتھ بغیر کسی معقول وجہ کے چھٹے رہے۔ اسلام کو وہ ایک ایسا مذہب سمجھنے لگے جو بقول ان کے وقت کے ساتھ نہیں چل سکتا۔ وہ اپنی نادانی اور جہالت کی وجہ سے اسلام اور مروجہ علوم کو ایک دوسرے کی ضد سمجھنے لگے۔

اگر غور کیا جائے تو ہمارے معاشرتی اور تلی حالات میں اس قسم کے نظریات کی کوئی گنجائش نہیں ہے اور نہ اس قسم کے نظریات کی اندھی تقلید اور تائید ملک و قوم کے لیے کس طرح مفید ہو سکتی ہے۔

حیرانی کی بات تو یہ ہے کہ اس نظام تعلیم کے تحت تیار ہونے والے لوگوں کے مغربی آقاؤں کے اندر جو بنیادی انسانی اخلاقیات موجود ہیں اور جن کے بغیر کسی قوم کا ترقی کرنا تو درکنار زندہ رہنا بھی

۱۔ ابوالاعلیٰ مودودی - اسلامی نظام تعلیم، لاہور، ۱۹۶۳ء، ص ۵-۱۱

۲۔ شفیق جالندھری - نظام تعلیم میں اسلامی روح کیسے چھوٹی جاتی ہے۔ مطبوعہ عزم نور، اسلامی نظام تعلیم

اشاعت ۱۹۶۹ء - لاہور۔

بعید از فہم ہے، یہ ان سے بالکل عاری ہیں۔ یہ صرف ان کے سلبی صفات کے عاشق ہیں اور ایجابی صفات کے قریب ہی نہیں جاتے۔

راقم الحروف نے خود دیکھا ہے کہ ہمارے تعلیم یافتہ نوجوان جب تعلیم کے لیے مغرب کا چکر لگاتے ہیں تو ان کی نظر صرف اس کی ظاہری چمک دمک پر پڑتی ہے اور اس کے اندر جو بنیادی انسانی اخلاقیات ہیں ان کے بارے میں وہ جانتے کی کوشش کرتے ہی نہیں۔ بس چار دن کی چاندنی اور پھر اندھیری رات کے مصداق اپنے چند سالوں میں عیش و عشرت میں گزار کر واپس جاتے ہیں۔ واپسی پر وہ ہر مغربی چیز کی تعریف کرتے ہیں، سوائے ان بنیادی انسانی اخلاقیات کے۔ اس قسم کے خدا پرستی اور اسلامی اخلاق سے عاری لوگ، ملک و ملت کے لیے کون سے کارنامے انجام دیں گے۔ ان سے لادینیت کے سوا ملک و ملت کو اور کیا ملے گا۔

ان لوگوں میں نہ فرسٹ کلاس سنی ہے اور نہ وقت کی پابندی۔ ان کی زندگی میں کوئی واضح مقصد نہیں ہوتا۔ یہ صرف بنگلے، موٹر اور معاشرے میں اونچا مقام حاصل کرنے کے درپے ہوتے ہیں۔ اپنے اس گھٹیا مقصد کو حاصل کرنے کے لیے یہ سب کچھ کرنے پر تیار ہوتے ہیں۔ اس قسم کے لوگوں سے ملک و ملت کو جو توقعات ہو سکتی ہیں، وہ کسی سے معنی نہیں ہیں۔

اسلامی نظام تعلیم کے بنیادی امور | نظام تعلیم کی اسلامی تشکیل کے لیے پہلا قدم یہ اٹھانا ہوگا کہ مروجہ دونوں نظام ہائے تعلیم کو ختم کیا جائے اور ان دونوں کی جگہ ایک ایسا نظام تعلیم رائج کیا جائے جو مذکورہ نقائص سے پاک ہو اور جو ایک مسلمان قوم کی حیثیت سے ہماری ضروریات کو پورا کر سکے۔ اس نظام تعلیم کا نقشہ کچھ یوں ہے۔

ایک مسلمان قوم کی حیثیت سے ہمارا ایک خاص طرز فکر یعنی ثقافت ہے۔ اس طرز فکر کے مطابق ہمارا پورا نظام زندگی قائم ہونا چاہیے۔ ہماری درس گاہوں میں نظام تعلیم اسی مخصوص طرز فکر کی بنیاد پر تشکیل پانا چاہیے۔

۱۔ اسلامی نظام تعلیم ص ۱۲

۲۔ ابوالاعلیٰ مودودی - تحقیقات، لاہور ۱۹۶۲ء ص ۲۶۶

دوسری ضروری بات یہ ہے کہ دین اور دنیا کی تفریق ختم ہونی چاہیے کیونکہ یہ ایک غیر اسلامی فکر ہے۔ دینی اور دنیوی تعلیم کے تصور سے اسلام نا آشنا ہے۔ اسلام میں ہر علم اسلامی ہے۔ یہ تو علم حاصل کرنے والے کا رویہ ہوتا ہے جو کسی علم کو ان دو حصوں میں تقسیم کرتا ہے۔ اگر کسی بھی مضمون کو ایک مسلمان کے نقطہ نظر سے پڑھا جائے تو وہ ایک دینی علم ہوگا، دنیوی نہیں ہوگا۔

تیسری بنیادی چیز جو ہمارے نظام تعلیم میں ضروری ہے وہ یہ ہے کہ تشکیل سیرت کو کتابی علم کے مقابلہ میں زیادہ اہمیت دی جائے۔ ہمارے نوجوانوں کے اندر علم حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ اسلامی اخلاق بھی پیدا ہوں تاکہ وہ "مسلمان سیاست دان"، "مسلمان فلاسفر"، "مسلمان مورخ" اور "مسلمان طبیب" کہلا سکیں۔

چوتھی بنیادی چیز یہ ہے کہ مغربی طرز فکر اور نظام تعلیم کی وجہ سے ہمارے نوجوانوں کا اخلاقی انحطاط ہو رہا ہے۔ جب ہمارا نوجوان یہ دیکھتا ہے کہ سنٹرل ماڈل اسکول یا مسلم ماڈل اسکول کا طالب علم ہونا کنفیڈرل اور سینٹ اینتھونی اسکول کے طالب علم ہونے کے مقابلے میں احساس کتری میں مبتلا کرتا ہے، وہاں کی گپ شپ اور ٹھاٹھ باٹھ کے مقابلے میں ہمارے مشرقی مدارس میں دی گئی نظری اور فکری اساسی اور دینی معلومات کو ہیچ سمجھا جاتا ہے۔ اور ملازمتوں کے لیے تقرر کرنے والے کمیشن بھی ان ہی اداروں کو ترجیح دیتے ہیں تو پھر یہ دسی اور مشرقی طالب علم ان اداروں کو خیر باد کہہ کر ان اداروں کے گپ شپ اور ٹھاٹھ باٹھ کو اپنانے کے لیے کمر بستہ ہو جاتا ہے جن میں اس کو اپنا مستقبل و دشنام نظر آتا ہے۔ اس لیے مغربی نظام تعلیم زوال پذیر ہونے کے بجائے باہر ترقی کر رہا ہے، جس کی وجہ سے ہماری نظریاتی بنیاد کمزور ہو رہی ہے۔ اس مغربی طرز فکر، مغربی زندگی اور مغربی نظام تعلیم کو شکست دینے اور اسلامی اور مشرقی نظام کو ترقی دینے کے لیے ہمیں اپنے اداروں اور تعلیمی نصابوں میں بہت سی تبدیلیاں کرنی ہوں گی۔ اس کے بغیر ہمارا اندازِ زیست نہ تو اسلامی بن سکتا ہے اور نہ پاکستانی۔ ان اداروں کی بیج کنی کر کے جو یورپین طرز کے ادارے کہلاتے ہیں، ان کا مغربی ڈھانچہ بدلتا ہوگا۔ مغربی ڈھانچے میں مغربی سربراہوں،

اُستادوں، ان کے نصاب، ذریعہ تعلیم، یونیفارم، معاشرتی زندگی وغیرہ تمام چیزوں کی تبدیلی شامل ہے۔

نصاب :-

مقصدِ تعلیم حاصل کرنے کے لیے موزوں نصاب کا انتخاب ضروری ہے۔ اسلامی اور قومی نصاب بنانے کے لیے ایسے افراد کی خدمات حاصل کی جائیں جن کے دل اسلامی، قومی اور تکی جذبے سے مرشار ہوں جو صرف مغربی انداز فکر کے مننے والے نہ ہوں، بلکہ دینی، قومی اور تکی درد رکھنے والے ہوں۔ پرائمری اداروں کے نصاب کو اسلامی اور قومی بناتے وقت یہ خیال رکھنا ضروری ہے کہ بچوں کے ذہن میں توحید کا تصور اور رسالت کا مقام ذہن نشین کرایا جائے۔ ان کے ذہن کو شرک و بدعت سے صاف کیا جائے۔ ان کو ارکانِ اسلام کے ساتھ ساتھ اجزائے ایمان بھی بتا دیئے جائیں۔ ان کے ساتھ اسلامی تصورات، ملک و ملت اور قوم سے محبت کا درس دیا جائے۔ ملک و قوم کی اہمیت اور ایک قوم کے فرد کے فرائض اور ذمہ داریوں سے روشناس کرایا جائے تاکہ وہ مغربی انداز فکر سے ہٹ کر خالص اسلامی نقطہ نظر کو اپنائیں۔

پرائمری مراحل سے گزر کر جب سچے وسطی اور ثانوی مدارس میں داخل ہو تو یہاں کے نصاب میں توحید و رسالت کے بنیادی عقائد کے ساتھ ساتھ عرب، وطن اور قومی فرائض سے بھی اُسے روشناس کرایا جائے۔ یہاں دفاع و وطن کا جذبہ اور جہاد فی سبیل اللہ کا نظر یہ اُس کے دل میں اس انداز سے راسخ کرنا چاہیے کہ وہ جہاد کو عملی طور پر قبول کر کے نہ صرف توپ و تفتنگ کے ذریعے سے بلکہ جان و مال اور زبان کے ذریعے بھی اس پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کرے۔ اس طرح غیر اللہ کا خوف، ظالم حاکم کا ڈر اور غیر یقینی کی کیفیت بچے کے ذہن سے ختم ہوگی اور اس کے کردار میں سچائی اور یکجہاں پیدا ہوگی۔

جب طالب علم کالج کی زندگی میں داخل ہو تو یہاں اُسے ایک باہمت اور صالح جوان کی حیثیت سے ان تمام باتوں کا گرد ویدہ بنایا جائے جو اُسے پرائمری اور ثانوی مراحل سے سکھائی

لے ڈاکٹر عبد اللہ شاہ - اسلامی نظام تعلیم کی اہمیت - مطبوعہ موعود نو، ص ۲۹۵ - ۲۹۶

جا چکی ہیں۔ اب اسے جہاد کی روح سے مکمل طور پر باخبر کیا جائے۔ اس کی عملی زندگی میں معاشرہ کے جن جن افراد سے اس کا واسطہ پڑے ان کے حقوق سے آشنا کرانا چاہیے۔ اس طور پر کہ طالب علمی کے زمانہ ہی سے وہ ان فرائض کی بجا آوری میں دلچسپی لینے لگے۔ طالب علم میں انسانی عظمت کے ایسے نشان پیدا کرنے کے لیے کہ جن سے دوسرے رہنمائی حاصل کر سکیں، اسے یہ تمام باتیں قرآنی احکام اور فرمانِ رسولؐ کی روشنی میں سمجھانی چاہئیں۔

یونیورسٹی کے مرحلہ سے گزرتے وقت سب سے پہلے اسلامی اقدار کا تحفظ اس کے ذہن نشین کرانا چاہیے۔ وہ ان تمام اسلامی اصولوں اور قواعد و ضوابط کو اپنی زندگی کی نشوونما اور کامیابی کے لیے ضروری سمجھے جنہیں وہ پرائمری تعلیم سے لے کر کالج کی تعلیم تک سیکھتا رہا ہے اور انہیں انسانی معراج اور ترقی کے رہنما اصولوں کے طور پر اپنائے اور یہ سمجھ سکے کہ میرے وطن کو سائنس اور ٹیکنالوجی میں کس طرح دوسری قوموں سے مقابلہ کرنا ہے۔ وطن کے تحفظ کے لیے کن کن ذرائع کو بروئے کار لانا چاہیے۔ کردار کو پختہ اور اچھا بنانے کے لیے کن کن وسائل کو کام میں لانا چاہئے۔ اندر اچھے اوصاف پیدا کرنے ہیں قرآن و سنت کی روشنی میں کس طرح صحیح سمت کا تعین کرنا ہے۔ ماہرینِ تعلیم کو نظامِ تعلیم اور نصابِ تعلیم مرتب کرتے وقت طالب علم کے ذہن اور جسمانی ارتقاء کو پیش نظر رکھنا ہوگا اور اس کی طبعی اور نفسیاتی عمر اور مختلف علوم میں مطابقت پیدا کرنا ہوگی تاکہ طالب علم کو خود جبارت کرنے اور پیش قدمی کرنے کا شوق پیدا ہو، خاص طور پر دینی تعلیم کو اس طور پر ترتیب دیا جائے کہ عمر کے لحاظ سے طالب علم کے کام آئے اور وہ ایک مسلمان کی حیثیت سے اپنی زندگی کی کامیابی اور آخرت کی فلاح کے لیے انہیں ضروری سمجھ کر ہر طرح کی قربانی اور ایثار کے لیے آمادہ و تیار ہوئے۔

اس طرح دوسرے تمام مضامین کا انداز اگر اسلامی نہ بنایا جائے تو اسلامیات کے پیریڈوں کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ اس ضمن میں استاد محمد قطب اپنے ملک مصر کی مثال کچھ اس طرح پیش کرتے

۱۔ ڈاکٹر عبید اللہ خان۔ اسلامی نظامِ تعلیم کی اہمیت۔ مطبوعہ عزم نو۔ ص ۲۹۷ - ۲۹۸

۲۔ محمد احمد صدیقی۔ اقبال کے تعلیمی نظریات۔ کراچی۔ ۱۹۶۵ء۔ ص ۱۵۶، ۱۵۹، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۲۲۲۔

ہیں کہ: ” وہاں اسلامیات کے پیر ٹیڈ میں سچوں کو پڑھایا جاتا ہے کہ فرعون خدا کا باغی تھا، ظالم تھا، مگر تاریخ کا استاد اسے ایک عظیم انسان کے روپ میں پیش کرتا ہے، جو واقعی اتنا اعلیٰ اور برتر تھا کہ خدا بننے کے قابل تھا۔ اسی طرح دینیات کی کتابوں میں خدا کے خالق و مالک ہونے کا ذکر موجود ہوتا ہے مگر دوسرے علوم میں نیچر کو خدائی رتبے پر فائز کیا جاتا ہے۔ سائنسی علوم میں طبعی قوانین اور نیچر کو اٹل قرار دیا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ خدا بھی ان کو بدلنے پر قادر نہیں ہے۔ اسی سبب سے مغربی ذہن معجزات کا انکار کرتے ہیں کہ یہ امر علمِ طبیعیات کے خلاف ہے۔ اس صورتِ حال کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ طالتِ علم کا ذہن تضاد کا شکار ہو جاتا ہے اور وہ ادھر کا رہتا ہے نہ ادھر کا۔“

دینیات کو پورے نصاب میں اس طرح اتارنا ہوگا کہ وہ اس کا دورانِ خون، اس کی روح، اس کی بینائی و سماعت، اس کا احساس و ادراک اور اس کا شعور و فکر بن جائے اور مغربی علوم و فنون کے تمام صالح اجزاء کو اپنے اندر جذب کر کے اپنی تہذیب کا جزو بناتا چلا جائے۔

اس طرح مسلمان فلسفی، مسلمان سائنسدان، مسلمان ماہرینِ معاشیات، مسلمان مقتدین، مسلمان ماہرینِ

غرض تمام علوم و فنون کے مسلمان ماہر پیدا کیے جاسکیں گے۔

جناب عبدالحمید ہاشمی نے اپنے مقالے ”مضامین کی نظریاتی تعلیم“ میں نصاب کے بارے میں ایک نقشہ پیش کیا ہے جس سے تمام سائنسی و فنی اور معاشرتی علوم کی تدریس کے لیے ایک ایسا نصاب تشکیل دیا جاسکتا ہے جو اسلامی ہو۔

مصنف لکھتا ہے ”تمام علوم کو اسلامی رنگ میں پیش کرنے کے لیے ہمیں قرآن پاک کی طرف رجوع کرنا ہوگا اور اس میں آیات ڈھونڈ کر نکالنی ہوں گی اور طلباء کو بتانا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں اس مضمون کے بارے میں کیا کچھ فرماتا ہے تاکہ طلباء کا ذہن مادے کے بجائے خدا کی ذات کی طرف مائل ہو۔ اس طرح احادیثِ نبوی میں جو مواد پایا جاتا ہے، اسے طلباء کی رہنمائی کے لیے نصاب میں شامل کیا جائے۔ مثلاً سائنس اور سائنس کے بنیادی شعبوں کے بارے میں۔“

۱۔ محمد طلب۔ نظامِ تعلیم کی اسلامی تشکیلِ جدید، لاہور۔ ۱۹۶۸ء۔ ص ۲۶

۲۔ محمد حسین، سید مودودی کے تعلیمی نظریات، لاہور۔ ۱۹۶۴ء۔ ص ۴۲

۱- نباتیات | نباتیات کی طرف قرآن پاک نے مسلمانوں کی توجہ کچھ اس طرح مبذول کرائی۔

سُبْحَانَ الَّذِي خَلَقَ الْأَشْجَارَ أَجْمَعًا مِمَّا تَنْبِتُ الْأَرْضَ مِنْ

وَمِنْ أَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُونَ - (سورۃ یسین - آیت ۳۶)

۲- حیوانیات | وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيرَ لِتَرْكَبُوهَا وَرِيثَةً وَ

يَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُونَ - (سورۃ النحل - آیت ۸)

۳- کیمیا | اس علم کو پڑھاتے وقت بھی قرآن و حدیث کے حوالوں سے مدد لی جانی چاہیے۔

طلباء کو بتایا جانا چاہیے کہ اس علم کی ابتداء مسلمانوں ہی نے کی تھی۔ مسلمانوں ہی کی ایجادات پر مغربی مفکرین نے اس علم کو آگے بڑھایا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ مسلم کیمیا دانوں کا تعارف بھی طلباء سے کرانا ضروری ہے۔ اس طرح طلباء جب عملی زندگی میں داخل ہو جائیں گے تو کیمیا دان ہونے کے باوجود اسلام کے داعی ہوں گے اور جہاں جائیں گے اپنے ملک کے نظریات کے محافظ ثابت ہوں گے۔

۴- طبیعیات | آج کل طبیعیات پڑھاتے وقت سب سے پہلے پاکستانی طلباء کو کسلی کے

سائنسدان ارثمیدیش کا نام بتایا جاتا ہے اور اس کے تجربات سے روشناس کرایا جاتا ہے۔ اس طرح وہ اپنے بزرگوں سے واقف ہونے سے پہلے یورپ کے غیر مسلم مفکرین کے کارناموں سے متاثر ہو جاتے ہیں۔ نصابِ تعلیم کو اس طرح مرتب کیا جانا چاہیے کہ طلباء اپنے بزرگوں کے کارناموں سے واقف ہوں اور ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی کوشش کریں۔

معاشیات | معاشیات میں بھی سود کا حرام ہونا، اس کی معاشرتی بُرائیوں اور اس کے بُرے

اثرات کو طلباء کے سامنے پیش کرنا چاہیے تاکہ اسلامیات اور معاشیات کی تعلیمات میں ہم آہنگی قائم قائم ہو اور طلباء کو اسلامی نظریات کے سمجھنے کا موقع ملے۔

معاشرتی علوم | تاریخ مسلمانوں کا عظیم سرمایہ ہے۔ مسلمانوں نے اس کی ترقی میں بڑھ چڑھ

کر حصہ لیا ہے۔ قرآن بذاتِ خود ایک تاریخ اپنے اندر رکھتا ہے، جو انبیاء علیہم السلام کے حالات اور قوموں کی ترقی و ہلاکت کے واقعات پر مشتمل ہے۔ اسی طرح حدیث کا علم بھی علمِ تاریخ میں بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ تاریخِ اسلام کو دوسری تمام اقوام کی تاریخوں پر فوقیت دینی چاہیے۔ کیونکہ

جو قوم اپنی تاریخ سے ناواقف ہوتی ہے وہ دوسروں پر بھروسہ کرتی ہے اور دنیا میں کوئی نمایاں کام انجام نہیں دے سکتی۔

شہریت کے باب میں تکمیل حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کی۔ لیٹرے جان و مال کے محافظ بن گئے۔ مہاجر و انصار کا بھائی چارہ قائم کیا گیا۔ قرآن و حدیث میں حقوق و فرائض کی بڑی تاکید آئی ہے۔ قرآن و حدیث کے سنہری اصولوں پر عمل کر کے انسان ایک بہترین شہری بن سکتا ہے۔

فلسفہ | قرآن پاک بذاتِ خود ایک غیر متبدل فلسفے کی کتاب ہے جس میں غور و فکر کی دعوت دی گئی ہے کہ زمین میں چل کر خدائی مخلوق میں غور و فکر کرو۔ اور اس کو سمجھنے کی کوشش کرو تاکہ خالقِ کائنات پر ایمان سچتہ اور یقین کامل ہو جائے۔

ان حقائق کے علاوہ مسلمانوں میں کتنے عظیم مفکرین پیدا ہوئے جن کا ثانی دوسری اقوام یونان سے لے کر روس و امریکہ تک پیدا نہ کر سکیں۔ افلاطون، ارسطو، روسو اور پورپ کے دوسرے مفکرین کو اولیت دی جاتی ہے اور ان مفکرین کو جن کا تعلق ہمارے مذہب و ملک سے ہے، پیچھے رکھا جاتا ہے۔ بلکہ بعض اوقات تو تاریخ سے غائب کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

درحقیقت سائنس کی تدوین و ترقی میں مسلمانوں کا اہم کردار ہے بلکہ انہوں نے جدید سائنس کی بنیاد رکھی۔ بہت اہم سائنسی انکشافات اور طبی ایجادات ان کی مرہونِ منت ہیں۔ نصاب میں مسلمان موجودوں اور سائنسدانوں کے نام اور کارنامے ضرور شامل کرنے چاہئیں۔ بجائے اس کے کہ سائنس کا موجد راجہ بیکن کو قرار دیا جائے یا دوسرے علوم و فنون میں افلاطون، سقراط اور دیگر بیرونی لوگوں کے کارنامے لکھے جائیں۔

مثلاً طلباء کو یہ پڑھایا جائے کہ ابن الہیثم نے دریائے نیل پر بند باندھنے کی تجویز پیش کی تھی۔ البیرونی نے مختلف دھاتوں، مثلاً سونا، چاندی، تانبا، لوہا، ٹین اور جست کا مخصوص وزن دریافت کیا۔

جابر بن حیان نے فنِ جراحی میں بے ہوش اور بے حس کرنے کے لیے مختلف دوائیں

ایجاد کیں۔

الوالقاسم زہرا دی نے سر، و انتوں، گردہ وغیرہ کے مختلف آپریشن کیے اور ان کی کتاب "التصریف" سرجری کا شاہکار ہے اور صدیوں تک یورپ کی طبی درس گاہوں میں شریک نصاب رہی۔

بوعلی سینا اولین معالج تھا جس نے علاج میں نفسیات کی اہمیت کو تسلیم کیا۔ اس نے انکشاف کیا کہ انسان کے جذبات کا صحت اور مرض سے گہرا تعلق ہے۔

رازی علم الامراض کا بڑا ماہر تھا۔ اس نے خسرہ اور چیچک میں امتیاز کیا۔ آنکھ کے آپریشن کا بڑا ماہر تھا۔

الزرقانی فلکیات کا بڑا ماہر تھا۔ کوپرنیکس سے پہلے الزرقانی اور نور الدین البطرونی نے زمین کو اکب کی حرکت محوری کو ثابت کیا۔

عمر خیام صاحب رباعیات، حقیقت میں منجم اور حساب دان تھا۔

(باقی)

ہری پور ہزارہ میہ

ماہنامہ ترجمان القرآن - تفہیم القرآن - تحریک اسلامی کا لٹریچر
روزنامہ جبارت - ہفت روزہ ایشیا اور آئین خریدنے کے لیے

صدیقی نیوز ایجنسی اینڈ بک سنٹر

کوچی مارکیٹ نمبر ۲ نزد پوسٹ آفس ہری پور

لے حکیم آفتاب احمد قرشی، سائنس اور مسلمان - کراچی ص ۹ تا ۲۰